ماضی کے مناظر پروفیسر سعید اسعد کو

گھر یا گھاٹ

کوئی ایک چُن لیں

از قلم
محقق زماں مفتی محمد چمن زمان نجم القادری صاحب
رئیس جامعۃ العین للعلوم الاسلامیہ سکھر

یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے
رواں ہے بے مرد دست آسیائے فلک

ماضی کے مناظر پروفیسر سعید اسعد صاحب کو مشورہ

گھر یا گھاٹ

کوئی ایک چن لیں۔۔۔!!!

از قلم:

مفتی محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین ۔ سکھر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک وقت تھا جب اہلِسنت کے اسٹیجوں پر پروفیسر سعید اسعد صاحب کی آواز کی گونج سنائی دیا کرتی تھی۔ گلی کوچوں میں قدِ آدم اشتہاروں پر سب سے بڑا نام انہی کا نظر آتا تھا۔ دیابنہ وغیر مقلدین کو میدانِ مناظرہ میں دھول چٹانے والوں میں بھی جلی الفاظ سے لکھا جانے والا نام پروفیسر صاحب ہی کا ہوا کرتا تھا۔

لیکن کہتے ہیں کہ: ہر عروج کو زوال ہے۔

کچھ ایسا ہی معاملہ پروفیسر صاحب کے ساتھ بھی ہوا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پروفیسر صاحب کی جوانی بڑھاپے میں بدلنے لگی تو ان کا عروج بھی زمانے کی گردش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور شاید اس کا ایک سبب یہ بھی بنا کہ پروفیسر صاحب نے کچھ موضوعات پہ غیر متوازن روش اختیار کی اور پھر اہلِسنت کی جانب سے طاقِ نسیاں میں ڈال دیئے گئے۔

کون نہیں چاہتا کہ اس کا عروج باقی رہے؟

رگوں میں خون کے دوڑتے ہوئے کب کوئی شخص ہنسی خوشی اپنی ہار قبول کرتا ہے؟

ہاں!

اس ہار کو جیت اور زوال کو عروج میں بدلنے کے لیے لوگوں کا طرزِ عمل مختلف ہوتا ہے۔

کچھ لوگ عروج کی بقا کے لیے اپنی فعالیت بہتر بناتے ہیں۔ لیکن یہ کام خاصا جان جوکھوں کا ہے۔ آخری عمر میں جب عروج کے بعد زوال کی بیڑیاں قدموں کو جکڑ چکی ہوں اور انسان کی جوانی ایک مخصوص طرز کے مطابق گزر چکی ہو، ایسی حالت میں فعالیت کی بہتری نہایت جان توڑ کام ثابت ہوتا ہے۔

لہذا بیشتر لوگ اس سے جی چراتے ہوئے چور دروازے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں کہیں تو "شارٹ کٹ" ڈھونڈتے ہیں۔

اور شاید پروفیسر سعید اسعد صاحب نے بھی اس دوسری روش ہی کو اختیار کرنے میں سہولت سمجھی۔

اہلِسنت کے اسٹجوں پر پذیرائی کم ہوئی تو اب شہرتِ رفتہ کو دوبارہ پانے کی خاطر کوئی نیا طرز اختیار کرنا ضروری تھا۔ سو پروفیسر صاحب نے اس کے لیے یہ طرز اپنایا کہ:

پہلے جن لوگوں کو کافر، گستاخ، دائرۂِ اسلام سے خارج قرار دینے میں بال سفید کیے، اب انہی کے بازو پہ جھولا جھولنے کی ٹھان لی۔ یعنی: جن کو امت سے باہر نکالنے میں زندگی گزاری، ان کو ساتھ ملا کر "اتحادِ امت" کا درس دینے کا پروگرام بنالیا۔

اگر پروفیسر صاحب کا یہ پروگرام کامیاب جاتا تو اب اپنے پرائے سبھی کے اندر پروفیسر صاحب کی شخصیت "جامع امت" کی حیثیت سے ابھر کر آتی اور شہرتِ رفتہ کے آثار میں خاصی کمی آجاتی۔

شروعات میں پروفیسر صاحب جہاں جاتے، اپنا عقیدہ ساتھ لے کر جاتے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ انسان اپنے اسٹیج پہ جس "گج وج" کے ساتھ اپنا نظریہ بیان کر پاتا ہے، جب دوسرے کے گھر جا کر بیٹھے تو وہ جوش و خروش دکھانا نہ تو ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی مناسب ہوتا ہے۔

15 نومبر 2017 کو دیوبندی مناظر الیاس گھمن صاحب سے ملاقات کے دوران جب پروفیسر سعید صاحب سے ان اکابر علمائے دیوبند کی بابت سوال ہوا جنہیں وہ کافر کہہ کہہ کر سالہا سال تک داد وصول کرتے رہے۔ تو انہی کے بارے میں اپنی رائے بیان کرنے میں پروفیسر

صاحب نے جس پس و پیش، لیت و لعل، ٹال مٹول، اشارے کنائے کا سہارا لیا، وہ سب کچھ ریکارڈ پہ موجود ہے۔

اس ملاقات میں دیوبندی مناظر الیاس گھمن صاحب نے پروفیسر سعید صاحب کو برملا کہا کہ:

جب آپ ہمارے اکابر کو کافر سمجھتے ہیں، پھر ہمارا آپ کے ساتھ اتحاد کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال وقت کے ساتھ پروفیسر صاحب بھی سمجھ گئے کہ:

"اپنا نظریہ ساتھ رکھنے سے نظریہ تو چلے گا، لیکن کام نہیں چلے گا۔"

بریلوی حضرات میں پروفیسر صاحب کو تو گرہن لگ ہی چکا تھا، اب دیوبندی حضرات بھی عقائد و نظریات سمیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔۔۔ بندہ جائے تو کہاں جائے؟؟؟

پروفیسر صاحب نے مرکز کی جانب پلٹنے اور عزت و ذلت کو عطیۂ خداوندی سمجھ کر سرِ تسلیم خم کرنے کے بجائے اس بات کو ترجیح دی کہ: "ناصبیوں کو خوش کیا جائے"

کیونکہ۔۔۔۔۔ جمہوریت ہے۔۔۔۔۔۔!!!!

قارئین ہماری اس گفتگو کو محض دعاوی نہ سمجھیں۔

پروفیسر سعید صاحب کے پچھلے چند سالوں کی کاروائیاں ان کے اس گھر سے گھاٹ تک کے سفر پر گواہ ہیں اور ریکارڈ پہ موجود ہیں۔

ہم بھی پروفیسر صاحب کی ان قلابازیوں کو ایک عرصے سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان کی اہلسنت کے لیے کسی دور میں خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو نشانہ تنقید بنانے کے بجائے ان کے پلٹنے کے منتظر رہے۔ لیکن شاید ہماری سوچ غلط تھی۔ کیونکہ پروفیسر صاحب کا ہر اگلا قدم پچھلے قدم سے خطرناک تر ہوتا جارہا ہے۔ ان پر لیبل تو "سنیت" کا ہے لیکن وہ اس لبادے میں ناصبیوں کا منجن بیچنے کے لیے نہ صرف کوشاں ہیں بلکہ بیچنا شروع کر چکے ہیں۔

اس لیے ضروری سمجھا کہ اپنے سادہ لوح سنی بھائیوں کو پروفیسر صاحب کی اس نئی روش پر مطلع کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر صاحب کو مشورہ دیا جائے کہ:

اگر آپ کو گھر کے بجائے گھاٹ پسند ہے تو گھاٹ کا انتخاب کر لیجیے۔۔۔!!!

بس اتنی مہربانی کیجیے کہ: گھر یا گھاٹ میں سے کسی ایک کو چن لیجیے۔۔۔!!!

کیونکہ آپ کے اس گھر سے گھاٹ، گھاٹ سے گھر کے چکر میں سادہ عوام دھوکا کھا رہی ہے۔

ہم آپ کی بدعقیدگی پہ ہرگز خوش نہیں۔ لیکن آپ جس انداز میں اہلسنت کے صدیوں پرانے افکار و نظریات کو پائے مال کرنا چاہ رہے ہیں، اور سنیت کے غلاف میں ناصبیت اور خارجیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں، یہ امر قابلِ برداشت نہیں۔

اگر آپ واپس نہیں لوٹنا چاہتے تو کھل کر اُس پار گزر جائیں۔ تاکہ سادہ لوح عوام جو آپ کی باتوں کو سنیت کی ترجمانی سمجھ رہی ہے، کم از کم وہ تو دھوکے سے بچ جائیں۔

بہرحال! ہم ذیل میں چند مثالیں پیش کرنا چاہیں گے جو ببانگِ دہل پکار رہی ہیں کہ:

پروفیسر سعید اسعد صاحب اپنی گفتارِ تازہ کے ذریعے سنیت کے بجائے، ناصبیت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔۔۔!!!

ہم اللہ جل وعلا سے دعا گو ہیں کہ وہ کریم ہمارے عقائد و نظریات کی حفاظت فرمائے۔ ہمارے دلوں کو دینِ حق پر سلامت رکھے۔

اللّٰھُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَأَلْهِمْنَا اتِّبَاعَهُ، وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا، وَأَلْهِمْنَا اجْتِنَابَهُ . یَا مُثَبِّتَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قُلُوبَنَا عَلَى دِینِكَ ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

پہلی مثال:

قارئینِ محترم!

پروفیسر سعید اسعد صاحب نے ناصبیت کی تبلیغ کے لیے باقاعدہ ایک نظام بنا رکھا ہے۔ ایک لڑکا بیٹھ کر پروفیسر صاحب سے سوال پوچھتا ہے اور پروفیسر صاحب جواباً ایسے جملے ارشاد فرماتے ہیں کہ جنہیں سن کر نواصب بھی ان کی ناصبیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

پروفیسر صاحب نے اس لڑکے سے سوال کرایا:

حضرت عمار بن یاسر کو قتل کرنے کے حوالے سے جو حدیث ہے، اس میں وہ باغی گروہ کون ہے؟

قارئینِ کرام!

پوری دنیا جانتی ہے کہ وہ گروہ کون سا تھا۔ لیکن پروفیسر صاحب اگر حقیقی گروہ کا نام لیتے تو ناصبی حضرات پروفیسر صاحب کو قبول نہ کرتے۔

اپنے لوگ تو پہلے ہی رد کر چکے ہیں اور نئے یار بھی روٹھ جاتے، لہذا پروفیسر صاحب نے نواصب کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ کو سچ اور رات کو دن بتاتے ہوئے جواب دیا:

یہ باغی گروہ جس نے حضرت عمار بن یاسر کو قتل کیا، یہ وہی گروہ ہے جنہوں نے حضرت سیدنا عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ پھر حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ حضرت سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ اور پھر یہی وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے جنگ جمل بپا ہوئی۔

پروفیسر صاحب کی یہ نامبارک گفتگو اس لنک پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

https://youtu.be/wQ-LcoSYJBI

قارئینِ کرام!

مذکورہ بالا جملوں کو ناصبیت نوازی اور مولائے کائنات کی دشمنی نہ کہا جائے تو اور کیا نام دیا جائے؟؟؟

اولاتو اہلِ اسلام کے بچے بچے کو معلوم ہے کہ سیدنا عمار بن یاسر کو شہید کرنے والا گروہ کونسا تھا۔ پروفیسر صاحب نے اپنی اس گفتگو میں ایک ایسی حقیقت کو بدلنے کی ناپاک کوشش کی جس کے لیے دنیائے اہلِ حق پروفیسر صاحب کی اس بدترین سعیِ نامشکور کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔

اتنا ظلم۔۔۔!!!

اتنی زیادتی۔۔۔!!!

اس قدر ناصبیت نوازی۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

کیا آپ نے مرنا نہیں ہے؟

کیا آپ کو اپنے کیے کا حساب نہیں دینا؟

ایک ایسی حقیقت جس کا یقین اپنے پرائے سبھی کو ہے، اس حقیقت کو ایسی چالاکی سے بدلنے کی کوشش۔۔۔!!!لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ثانیا: پروفیسر صاحب نے انتہائی چابک دستی کے ساتھ قتلِ سیدنا عمار بن یاسر کو مولائے کائنات کے کھاتے میں ڈال دیا۔۔۔!!!

یعنی ایک طرف سیدنا عمار بن یاسر کے حقیقی قاتلین کو کلین چٹ دی۔ اور دوسری طرف معیارِ حق سیدنا مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا شیرِ خدا ہی کے گروہ کو سیدنا عمار بن یاسر کے قتل

کا ذمہ دار بنا دیا۔

قارئینِ ذی قدر!

آپ پروفیسر صاحب کے مذکورہ بالا جملوں پہ غور کریں۔ پہلے انہوں نے کہا:

یہ باغی گروہ جس نے حضرت عمار بن یاسر کو قتل کیا، یہ وہی گروہ ہے جنھوں نے حضرت سیدنا عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔

ان جملوں میں پروفیسر صاحب نے اس گروہ کے باغی ہونے کی وجہ بیان کر دی۔

پھر اگلے جملوں میں یہ نشاندہی کی کہ:

آیا وہ لوگ حضرت سیدنا مولائے کائنات کے لشکر کا حصہ تھے یا مقابل لشکر میں شریک تھے؟

اس کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا:

پھر حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ حضرت سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔

قارئینِ ذی قدر!

انصاف سے بتایئے!

کیا پروفیسر صاحب حضرت سیدنا عمار بن یاسر کے قتل کا ذمہ دار مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا کے گروہ کو نہیں قرار دے رہے؟

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا اپنے لشکر کے امیر تھے۔

پس اگر قتلِ سیدنا عمار بن یاسر کا ذمہ دار مولائے کائنات کا لشکر ہو تو پھر مولائے کائنات معاذ اللہ "رَئِیْسُ الْفِئَۃِ الْبَاغِیَۃ" قرار پائیں گے۔۔۔!!!

پروفیسر سعید صاحب اتنے بھولے نہیں کہ وہ ان نتائج سے ناواقف ہوں۔۔ وہ میدان کے

پرانے کھلاڑی ہیں اور لازم ملزوم کی بحثیں بخوبی جانتے ہیں۔ لیکن اس وقت انہیں اللہ سبحانہ وتعالی اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے سے زیادہ ناصبیوں کو خوش کرنے کی دھن لگی ہے۔ اس لیے نہ تو اپنے منصب کا پاس ہے اور نہ اپنی سفید داڑھی کا خیال، سرِ عام بلکہ بالائے بام جھوٹ بولنے کو اپنی فتح سمجھ رہے ہیں اور اس جھوٹ کو پوری دنیا میں عام کروانے کے لیے سوشل میڈیا ٹیم تشکیل دے رکھی ہے۔

محترم قارئین!

پروفیسر صاحب آج کل اپنے نام کے ساتھ "جامع امت" لکھوا رہے ہیں۔ لیکن سطورِ بالا پڑھنے اور ان کو خود سننے کے بعد یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ:

پروفیسر صاحب امت کو گمراہی پہ جمع کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

کیونکہ جھوٹ کو سچ اور باطل کو حق کہنے والا شخص ہدایت کا داعی تو ہو نہیں سکتا۔ سو گمراہی کا داعی اور گمراہی پر امت کا جامع ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ من خذلان لا ينفع معه اجتهاد

دوسری مثال:

پروفیسر صاحب نے اس لڑکے سے سوال کروایا:

پنج نعرے پنجتنی سوا لکھ نعرہ حیدری لگانا کیسا ہے؟

پروفیسر صاحب کی جوابی گفتگو حرف بحرف انہی کے الفاظ میں یہاں نقل کی جاتی ہے:

یہ روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سیدِنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم یہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اسی طرح بارہ امام بھی۔ ان کے نزدیک منصبِ امامت منصبِ خاتمیت سے ذرہ ک

اور منصبِ نبوت سے بالا ہے۔

یہ نعرہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ سوالاکھ نبی ایک طرف ہوں تو یہ پنجتن پاک جو ہیں ان کا نعرہ ایک طرف، نعرہ حیدری ایک طرف۔ اس لیے یہ نعرہ اہلِ سنت کو نہیں لگانا۔

پروفیسر صاحب کی یہ نامبارک اور بے بنیاد گفتگو اس لنک پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

https://youtu.be/sfSvLfxH-6w

قارئینِ ذی قدر!

میں یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہوں گا کہ روافض کا عقیدہ کیا ہے۔ کیونکہ روافض کے ہاں ایک دو نہیں، ان گنت ایسے باطل عقائد موجود ہیں جو یہود و نصاری کے پاس بھی نہیں ملتے۔ اگر کہا جائے کہ: زیرِ فلک بدترین قوم روافض ہیں تو یقین جانیے کہ ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں۔ لہذا اس قوم کی گمراہی، باطل پرستی محتاجِ بیان نہیں۔

یہاں ہماری گفتگو پروفیسر صاحب کی ستم ظریفی اور ناصبیت نوازی بلکہ ناصبیت کے بارے میں ہے۔

سوالکھ نعرہ حیدری کا مطلب:

"پنج نعرے پنج تنی، سوالکھ نعرہ حیدری" کی حقیقت محض اتنی ہے کہ:

غلامانِ مولائے کائنات محبت و شوق میں مولا علی کا نعرہ لگاتے ہیں اور فرطِ محبت میں اس کی کثرت چاہتے ہیں۔ اسی کثرت کی تمنا کے اظہار کے لیے "نعرہ حیدری" کے بجائے "سوالکھ نعرہ حیدری" کہہ دیتے ہیں۔

بالکل ویسے ہی جیسے غلام اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی ذاتِ والا پہ محبت و شوق سے درود و سلام پیش کرنا چاہتے ہیں اور فرطِ محبت اور کثرتِ شوق میں اس کی کثرت کا خواہاں ہوتے ہیں۔ اپنے

ان جذبات کے اظہار کے لیے "سلام" کے بجائے "لاکھوں سلام":

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مِہرِ چرخِ نبوت پہ روشن دُرود گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اور "درود" کی جگہ "کروڑوں درود" کہہ دیتے ہیں:

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافعِ روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافعِ جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

رہی بات "سوالاکھ" کی تخصیص کی تو اردو اور پنجابی ہر دو زبانوں میں اس لفظ کا برائے "کثرت" استعمال عام ہے۔ جیسے کہاوت ہے:

ہاتھی ہزار لٹے پھر بھی سوا لاکھ ٹکے کا۔

اسی طرح کی دوسری کہاوت ہے:

مرا ہاتھی بھی سَوا لاکھ کا ہوتا ہے۔

بات بس اتنی سی ہے۔ لیکن ناصبیوں کو ایک "نعرہ حیدری" ہضم نہیں ہوتا، وہ سوالاکھ کہاں سن سکتے ہیں۔ لہذا جہاں اور بہت سے ناصبی تڑپے وہیں پروفیسر سعید صاحب کی رگ بھی پھڑکی اور سادہ لوح اہلِ اسلام کو پھسلانے کی بھرپور سعیِ نامشکور کرتے ہوئے کہا:

یہ نعرہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ سوالاکھ نبی ایک طرف ہوں تو یہ پنجتن پاک جو ہیں ان کا نعرہ ایک طرف، نعرہ حیدری ایک طرف۔

پروفیسر صاحب سے کوئی پوچھے کہ:
جو بات آپ نے کہی ہے، اس پہ آپ کے پاس کوئی دلیل بھی ہے یا بے پر کی باتیں کرنا ہی آپ کا وطیرہ ہے؟
محترم پروفیسر صاحب!
آپ اپنا قد دیکھیے اور ایسی بچگانہ بات کو خود بیٹھ کر سنیے۔۔۔!!!
ایک عام عقلمند انسان کو ایسی بے تکی بات نہیں کرنی چاہیے، چہ جائیکہ وہ شخص جو ایک طویل عرصہ اہلِسنت کی نمائندگی کرتا رہا ہو۔ اہلِسنت کی اسٹیجوں سے جس کی آواز مخالفین کے ایوانوں میں زلزلے بپا کرتی رہی ہو۔ ایسے شخص کو ایسی بے بنیاد بات کرتے ہوئے تھوڑا بہت سوچنا تو چاہیے۔۔۔!!!
آپ نے تو ٹھان لی ہے کہ ہر وہ بات جو ناصبیت کو قوت دیتی ہے، وہ آپ نے اپنی رہتی زندگی میں کر کے ہی اس دنیا سے جانا ہے۔
آپ اپنے عقائد و نظریات کی پرچار کیجیے، لیکن:
اپنا بھیس بدلیے اور اپنے حقیقی روپ میں آکر اپنے مذہب کی تبلیغ کیجیے۔ اہلِسنت کے لبادے میں ناصبیت کی ترویج مت کیجیے۔
نیز: جو بات کریں تھوڑا بہت سوچ لیا کریں۔ اتنی کچی اور اتنی بے بنیاد باتیں، کیا آپ کو خود بھی خیال نہیں آتا؟
میرا آپ سے سوال ہے اور میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا کہ:
"سوا لکھ نعرہ حیدری" سے جو اشارہ آپ نے بنایا، اس اشارے پہ کیا دلیل ہے؟؟؟
اگر آپ کے پاس اس پہ کوئی دلیل ہو تو برائے مہربانی دلیل پیش کیجیے گا۔ دوبارہ اسی لڑکے کو

سامنے بٹھا کر ویسی ہی بے بنیاد بات کرنی ہو تو وہ آپ پہلے ہی بہت کر چکے ہیں، انہی کا حساب د
آپ کے لیے بہت مشکل رہے گا۔

پروفیسر صاحب!

ہم جانتے ہیں کہ: آپ لوگوں کے اسٹیجوں سے "بے گناہ بے خطا معاویہ معاویہ" اور "سیاست معاویہ زندہ باد" جیسے نعرے لگ بھی چکے ہیں اور ان کا دفاع بھی کیا جا چکا ہے۔ لیکن خاص "سوا لکھ نعرہ حیدری" پر ہی آپ کی حمیت کا انگڑائی لینا بلا وجہ نہیں، اس کی وجہ خاص ہے جو اب کسی سے پوشیدہ نہیں۔

کیا انبیائے کرام سوا لاکھ ہیں؟

پروفیسر صاحب ناصبیت کو خوش کرنے کے لیے ایسے شیفتہ ہوئے پڑے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھے ہیں۔

پروفیسر صاحب کا دعوی ہے کہ: "سوا لکھ نعرہ حیدری، سوا لاکھ انبیاء کی جانب اشارہ ہے"

پروفیسر صاحب!

اہلسنت یا روافض میں سے کس مسلک کی کونسی کتاب میں آپ نے انبیائے کرام کی تعداد سوا لاکھ پڑھی ہے؟

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ذاتِ والا سے جب انبیائے کرام کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مِائَةُ أَلْفٍ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا

ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

(مسند احمد ج22288)

یہ روایت تو اہلسنت کے ہاں ہے۔ رہی بات شیعہ کی تو اس سلسلے میں طبرسی شیعہ نے مجمع البیان میں لکھا:

و اختلفت الأخبار في عدد الأنبياء فروي في بعضها أن عددهم مائة ألف و أربعة و عشرون ألفا و في بعضها أن عددهم ثمانية آلاف نبي أربعة آلاف من بني إسرائيل و أربعة آلاف من غيرهم

یعنی انبیائے کرام کی تعداد کی بابت اخبار میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ اور بعض میں ہے کہ: آٹھ ہزار انبیائے کرام۔ چار ہزار بنی اسرائیل سے اور چار ہزار ان کے علاوہ سے۔

(مجمع البیان فی تفسیر القرآن 8/ 830)

پروفیسر صاحب نے "سوالکھ نعرہ حیدری" کو ناجائز قرار دینے کی خاطر انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے بڑھا کر سوالاکھ، یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار بنا ڈالی۔۔۔ حالانکہ نہ تو اہلسنت کے ہاں ایسی کوئی روایت ملتی ہے اور نہ ہی شیعہ وروافض کے ہاں ایسی کسی روایت کا وجود ہے جس میں انبیائے کرام کی تعداد سوالاکھ، یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار ہو۔

یقیناخاندانِ رسول ﷺ سے بغض وعداوت انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔

پروفیسر صاحب نے بغضِ مولائے کائنات میں ایک ہزار اضافی انبیاء مان لیے۔۔۔!!!

اہلِ سنت بلکہ تمام اہلِ اسلام اس بات پہ متفق ہیں کہ:

کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار۔۔۔ یا کسی ایک غیر نبی کو نبی ماننا۔۔۔ ہر دو باتیں کفر ہیں۔

پروفیسر صاحب نے تو ایک نہیں۔۔۔ ایک ہزار غیر انبیاء کو انبیاء مان لیا۔۔۔!!!

ایک غیر نبی کو نبی ماننا کفر ہے تو ایک ہزار غیر انبیاء کو نبی بنالینا۔۔۔؟؟؟

پروفیسر جی! پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے۔۔۔!!!

فاضلِ بریلی مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

بازِ اَشْہَب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی دیکھ — اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فِکْر میں ہے کہیں — نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا

حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے ارے — میں خُوب سمجھتا ہوں مُعَمَّا تیرا

پروفیسر صاحب!

اعلیحضرت کے یہ جملے مولا علی کے بارے میں نہیں۔۔۔ مولا علی کے ایک لختِ جگر سیدنا غوثِ اعظم کے بارے میں ہیں۔

اگر مولا علی کے بیٹے کی یہ شان ہے تو محترم سوچیے کہ مولا علی کے بغض میں ایمان کہاں سلامت رہ سکتا ہے۔۔۔؟؟؟

تیسری مثال:

قارئینِ کرام!

ہم نے سطورِ بالا میں بتایا کہ:

پروفیسر صاحب دوسرے گھروں میں عزت کے متلاشی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ دوسروں کے گھروں میں عزت کے لیے دوسروں کی بولی بولنا ضروری ہے، کیونکہ مالک کریم جل وعلا نے فرمادیا:

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

یعنی نہ تو تم سے یہود راضی ہوں گے اور نہ ہی نصاری جب تک تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرو

[البقرۃ:120]

اور یہ بات پروفیسر صاحب بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔ سوانہوں نے دوسروں کو خوش کرنے کے لیے دوسروں کی مکمل بولی بولنے کی ٹھان رکھی ہے۔

چند دن پہلے ایک بار پھر پردہ سکرین پہ نمودار ہوئے۔ ان کا لڑکا پگڑی باندھ کر بیٹھا نظر آیا۔ لڑکے نے سوال کیا:

کہتے ہیں:

رک جائے اگر مادرِ حسنین کی چکی کونین کو پھر رزق عطا کون کرے گا؟

اس شعر کے حوالے سے آپ کی رہنمائی درکار ہے۔ یہ مشرکانہ شعر نہیں ہے؟

پروفیسر صاحب نے بلا تمہید و تفصیل جوابِ نامبارک صادر فرماتے ہوئے کہا:

قطعاً یقیناً یہ شعر مشرکانہ ہے۔ کائنات کو رزق سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہراء نہیں عطا کرتیں۔ بلکہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراء کو بھی رزق نبی کریم علیہ السلام کا پروردگار اللہ رب العالمین وہ عطا کرتا تھا۔ خدا کے لیے اس طرح کے شعر مت پڑھا کرو۔ قرآن تھوڑ ہے؟ حدیثیں تھوڑی ہیں صحیح حدیثیں، وہ بیان کیا کرو؟ تو یہ بالکل غلط شعر ہے۔

پروفیسر صاحب کی یہ نامبارک گفتگو اس لنک پہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

https://youtu.be/k9lbKrlgMdc

قارئینِ کرام!

یہ وہ بنیادی جملے ہیں جس کی وجہ سے ہم نے پروفیسر صاحب کو مشورہ دینا لازمی سمجھا کہ:

آپ گھر یا گھاٹ میں سے کسی ایک کو چن لیں۔۔۔!!!

جب بولی آپ دیوبندیوں اور وہابیوں کی بول رہے ہیں تو بریلویوں والا روپ کیوں دھارے بیٹھے ہیں؟ وہابیت و دیوبندیت میں سے جو مذہب آپ کو زیادہ پسند ہے، یا یوں کہیں کہ جس کا

پیکج زیادہ بہتر سمجھیں اس میں شمولیت کا اعلان کر دیں۔
کیونکہ زندگی کی کئی دہائیاں آپ نے اسی قسم کی باتوں کو اسلام ثابت کر کے لوگوں کی جیبیں خالی کروائی ہیں اور آج آپ ہی کو یہ جملے مشرکانہ نظر آنے لگ گئے ہیں۔۔۔!!!
پروفیسر صاحب!
آج اگر آپ اپنے سابقہ مذہب پر ہوتے تو فاضلِ بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کا یہ ایک شعر ہی مذکورہ بالا شعر بلکہ متعلقہ پوری منقبت کو سمجھنے کے لیے کفایت کرتا:

یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے

رواں ہے بے مددِ دست آسیائے فلک

لیکن سمجھ تو جب آئے جب بندہ سمجھنے کی کوشش کرے۔ جب پہلے سے ٹھان رکھی ہو کہ "مشرکانہ شعر" کہہ کر "شریکوں" سے داد لینی ہے تو پھر سمجھ آ بھی جائے تو کچھ لوگ جان بوجھ کر انجان بن جاتے ہیں۔

مذکور شعر کا بے غبار مفہوم:

دیابنہ ووہابیہ مانیں یا نہ مانیں لیکن پروفیسر صاحب کے سابقہ امام فاضلِ بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالی نظریہ قطبیت کو ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ اور اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ:
اول الاقطاب کی بابت صوفیائے کرام میں اختلاف کے باوجود ایک جماعت کی رائے ہے – وبہ أقول– کہ نبی رحمت سیدِ عالم ﷺ کے وصال کے بعد مقامِ قطبانیت پہ فائز ہونے والی سب سے پہلی شخصیت سیدۃ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمہ زہراء علیہا السلام ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل بندہ کے مختصر رسالہ "**ملکۂ قطبانیت** میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بعد ازاں یہ مقام سیدہ پاک سلام اللہ تعالی علیہا کے گھرانے اور آپ کی اولاد میں ہی رہا یہاں تک کہ سلسلہ سیدہ پاک علیہا السلام کے لختِ جگر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچا اور پھر آخری دور میں اس مقام پہ فائز ہونے والی ہستی بھی سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا ہی کے بیٹے حضرت سیدنا مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

اور مقامِ قطبیت کی بابت صوفیائے کرام کی تصریحات موجود ہیں:

إن القطب في كل عصر له وجهة إلي كل ذرة من الموجودات يمدها ويقومها كل الوجود ذرة ذرة في هذا فما من ساجد سجد لله تعالى في الوجود أو راكع ركع لله تعالى أو قائم قام لله تعالى أو متحرك تحرك لله تعالى أو ذاكر ذكر الله تعالى بأي ذكر في جميع الوجود فالقطب في ذلك هو المقيم له فبه سبح المسبح وبه عبد العابد وبه سجد الساجد وبه وقعت الوجهة الأخرى التي لا تذكر فحاصل الأمر فيه أنه للوجود كله بمنزلة الروح للجسد كما أن الجسد لا قيام له ولا تعقل له إلا بالروح ولا حركة له إلا بالروح وجميع خواص الجسم الظاهرة والباطنة من حيث ما هي كلها بالروح الحيواني المتعلق به فإذا انعدمت الروح منه انعدمت جميع خواص الجسم وصار ميتا معدوما

كذلك جميع أجساد الوجود في نسبتها إلي القطب هو لها كالروح للجسد فلو زالت روحانيته منها لانعدم الوجود كله فهو روح الوجود وكل خواص الوجود بأسرها على التئامها وافتراقها وعمومها وخصوصها وإطلاقها وتقييدها كلها لا تلازم ذوات الوجود إلا بوجود روحانية القطب فيها

فإذا أزال القطب روحانيته عنها انهدم الوجود كله وصار ميتا لا خاصية له

(جواہر المعانی وبلوغ الامانی 1/ 223 ، 224،الدرة الخريدة شرح الياقوتة الفريدة 3/44، 45)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ:

ہر دور میں قطب کی موجودات کے ایک ایک ذرہ کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ قطب اس کی مدد اور اس کی تقویم کا کام کرتا ہے اور وجود کا ایک ایک ذرہ اس میں یہی حیثیت رکھتا ہے۔

دائرۂ وجود میں ذاتِ خداوندی کو سجدہ کرنے والا، رکوع کرنے والا، دربارِ خداوندی میں قیام کرنے والا، ذاتِ باری تعالی کے لیے کسی قسم کی حرکت کرنے والا، تمام تر وجود میں کسی بھی انداز میں ذاتِ باری تعالی کا ذکر کرنے والا۔۔ اس سب کو قائم کرنے والا قطب ہوتا ہے۔

تسبیح کرنے والے کی تسبیح قطب کے ذریعے۔۔ اسی کے ذریعے عبادت گزار کی عبادت۔۔ اسی کے ذریعے ساجد کا سجدہ۔۔ اسی کے ذریعے ان کے علاوہ دیگر امور جن کا ذکر نہ ہو سکا۔

قطب کے معاملے میں حاصلِ امر یہ ہے کہ:

قطب سارے وجود کے لیے وہ حیثیت رکھتا ہے جو بدن کے لیے روح کی حیثیت ہوتی ہے۔

جیسے بدن کا قیام، تعقل روح کے بغیر نہیں ہو پاتا۔ کوئی حرکت روح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جسم کے تمام تر خواصِ ظاہرہ وباطنہ اسی روح کے ذریعے ہو پاتے ہیں جس کے ساتھ اس بدن کا تعلق ہے۔ پس بدن سے روح منعدم ہو جائے تو جسم کے تمام تر خواص منعدم ہو جاتے ہیں اور بدن میت ومعدوم ہو جاتا ہے۔ یہی حال قطب کی طرف نسبت کرتے ہوئے وجود کے تمام تر اجسام کا ہے۔ قطب ان سب کے لیے وہ حیثیت رکھتا ہے جو بدن کے لیے روح کی ہے۔

پس اگر قطب کی روحانیت ان اجسامِ عالم سے ہٹ جائے تو سارے کا سارا وجود مٹ کر رہ جائے۔

پس قطب وجود کی روح ہے اور وجود کے تمام تر خواص، جڑنا، الگ ہونا، عموم، خصوص، اطلاق، تقیید، ان سب امور کا ذواتِ وجود کو تلازم قطب کی روحانیت کے ان کے اندر وجود ہی کے

سبب ہے۔ قطب اپنی روحانیت ان سے ہٹادے تو ساراوجود منہدم ہو جائے، ایسا مردہ بن جائے جس کی کوئی خاصیت نہ رہے۔

قارئینِ کرام!

اکابرِ اہلِ سنت بشمول فاضلِ بریلی مولانا احمد رضاخان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب اور اس کی مذکورہ بالا حیثیت کو تسلیم کرتے آئے ہیں۔

اور یہاں ہم نے بات فقط سیدۂ کائنات علیہا السلام کی نہیں کی بلکہ "قطب" کی کی ہے۔

اسے سادہ اور مختصر لفظوں میں یوں سمجھا جائے کہ:

" قطب کی اس عالم میں وہ حیثیت ہے جو بدن میں روح کی ہے۔ اور اگر قطب اس عالم سے اپنی روحانیت ہٹادے تو ساراعالم مردہ ہو کر رہ جائے۔"

اسی بات کو بیان کرتے ہوئے میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وهو يسري في الكون وأعيانه الباطنة والظاهرة سريان الروح في الجسد

یعنی قطب کی کون میں اور اس کے اعیانِ ظاہرہ اور باطنہ میں ایسی سرایت ہوتی ہے جیسی سرایت جسم میں روح کی ہوتی ہے۔

(التعریفات1 /177)

قارئینِ کرام!

جب ہر قطب کی یہی حیثیت ہے تو ملکۂِ قطبانیت سیدۃ نساء العالمین کے لیے اگر کوئی کہے:

رک جائے اگر مادرِ حسنین کی چکی کونین کو پھر رزق عطا کون کرے گا؟

"چکی" میں اور "قطبیت" میں مناسبت محتاجِ وضاحت نہیں۔ پس معنی یہ ہوں گے:

مادرِ حسنین سیدۃ نساء العالمین ملکۂِ قطبانیت کی چکی رک جائے، یعنی مقامِ قطبانیت پر جو آپ کی

ذمہ داری ہے اور عالمِ وجود میں جو آپ کی حیثیت ہے۔ اگر آپ ان افاضات کو روک دیں تو پھر کون ہے جو کونین کو رزق عطا کرے؟ کیونکہ عامۃ المخلوقات میں بلاواسطۂ قطب خالقِ کائنات کا فیض قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی نہ ہے۔۔۔ پس جیسے کسی بھی قطب کے بیچ میں سے ہٹنے سے سلسلۂ فیض منقطع ہو جاتا ہے، یونہی اگر ملکۂ قطبانیت اپنے مقام سے ہٹ جائیں تو سلسلۂ فیض کیونکر برقرار رہ سکتا ہے؟؟؟

مولائے کائنات کے لیے فاضلِ بریلی کی تصریح:

پروفیسر صاحب کے سابقہ امام فاضل بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کے مولائے کائنات کی ذاتِ والا کے لیے کہے گئے یہ جملے قابلِ غور ہیں:

پھر حضور کی بارگاہ میں یہ کارِ خطیر و منصبِ جلیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کو مرحمت ہوا۔ تمام اقطابِ عالم اس جناب کے زیرِ حکم مدبرات الامر میں، سروروں پر سروری، افسروں پر افسری، جملہ احکامِ عزل ونصب وعطا وکن ومکن انہیں کی سرکار والا اقتدار سے شرف امضا پاتے ہیں۔

(مطلع القمرین ص78)

سیدنا غوثِ اعظم کے لیے صراحت:

پھر حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ذاتِ والا کے لیے فرماتے ہیں:

اَحَد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کُن   اور سب کُنْ مکُنْ حاصل ہے یا غوث

قصیدہ غوثیہ کی تصریحات:

قصیدہ غوثیہ میں سیدنا غوثِ اعظم کے یہ جملے اسی تناظر میں ہیں:

فَحُكْمِي نَافِذٌ فِي كُلِّ حَالِي

یعنی میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

مزید فرمایا:

بِلاَدُ اللَّهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي

یعنی ذاتِ خداوندی کے شہر میرے زیرِ حکم ہیں۔

یونہی فرمایا:

وَمَا مِنْهَا شُهُورٌ أَوْ دُهُورٌ   تَمُرُّ وَتَنْقَضِي إِلاَّ أَتَى لِي

وَتُخْبِرُنِي بِمَا يَجْرِي وَيأْتِي   وَتُعْلِمُنِي فَأُقْصِرُ عَنْ جِدَالِي

یعنی گزرنے والے مہینے اور سال میرے پاس آتے ہیں اور جو کچھ ہونے والا اور چلنے والا ہے اس کی مجھے خبر واطلاع دیتے ہیں۔ لہذا مجھ سے لڑنے سے باز رہو۔

قارئینِ ذی قدر!

اگر سیدنا غوثِ اعظم کے لیے مقامِ قطبیت نہ مانا جائے۔۔۔

یا:

مذکورہ بالا امور کو قطب کے تصرفات کا حصہ قرار نہ دیا جائے۔۔۔

تو یہ دعوے ایسے ہیں کہ مخلوق میں سے کسی کو زیب نہیں دیتے۔

مگر اہل اللہ ہمیشہ سے قطب کے لیے اس منصب کو مانتے اور اپنے اقوال وعبارات میں اس کی تصریح کرتے آئے ہیں۔

لیکن جب یہی بات سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا کے لیے کی گئی تو پروفیسر سعید اسعد صاحب کی ناصبیت انگڑائی لے کر جاگ اٹھی اور اسے محض غلط کہنے کے بجائے "مشرکانہ" قرار دے دیا۔

ہم پروفیسر صاحب کو پابند نہیں کریں گے کہ وہ شعر مذکور کی مذکورہ توجیہ کو تسلیم ہی کریں۔

وہ اپنی رائے میں خود مختار ہیں۔ لیکن اتنا کہنے کا ہم کو حق ہے کہ:
اگر آپ کا اصرار ہے کہ مذکورہ بالا شعر میں شاعرانہ تخیل و تلمیحات کا کوئی وجود نہیں اور چکی سے اس کے ظاہری اور متبادر معنی مراد ہونا ہی متعین ہے تو پھر آپ اس شعر کے بارے میں کیا رائے دیں گے:

یہ اہلِ بیت کی چکی سے چال سیکھی ہے
رواں ہے بے مددِ دست آسیائے فلک

کیا یہ کھلم کلاِ جھوٹ نہیں جو آپ کے سابقہ امام حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کی جانب سے صادر ہوا۔۔۔؟؟؟
کیونکہ اہلِ بیت کا وجودِ ظاہری اور ان کی چکی کا وجود یقیناً ظہورِ سید الرسل ﷺ کے بعد ہے۔
جبکہ افلاک کا وجود وجودِ سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ السلام سے بھی کہیں پہلے کا ہے۔
پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ:
آسمان نے چال اہلِ بیت کی چکی سے سیکھی ہے؟
اور اہم بات یہ ہے کہ: فلک کو ساکن ثابت کرنے کے لیے فاضلِ بریلی مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے دلائل کا پورا زور لگایا ہے۔
ایک جانب قرآن و حدیث کے دلائل کے ذریعے آسمان کو ساکن ثابت کرتے ہیں اور دوسری جانب اسے "رواں" کہہ کر سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ کیا یہ کھلا تعارض نہیں؟
اور اگر آپ اس کی کوئی توجیہ و تاویل نکالتے ہیں تو کیا یہ ظلم و زیادتی نہیں کہ جہاں آپ کا دل چاہے وہاں توجیہات نکال لیں اور جہاں دوسری پارٹی کی خوشی مطلوب ہو وہاں آپ صرف

غلط کہنے پہ بھی اکتفانہ کریں، صاف صاف "مشرکانہ" قرار دے دیں۔۔۔؟؟؟

کچھ مشرکانہ اشعار (بقول پروفیسر سعید اسعد):

نیز:

جس قسم کے شعر کو آپ نے "مشرکانہ" قرار دیا ہے، آپ کا قدیم مذہب تو اس قسم کے اشعار سے بھرا پڑا ہے۔

علامہ بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں دربارِ رسالت میں عرض گزار ہیں:

يا أكرَمَ الرُّسْلِ مالي مَنْ أَلُوذُ به سِوَاكَ عندَ حلولِ الحادِثِ العَمِمِ

اے رسولوں میں سب سے زیادہ عزت و کرامت والے!

حادثاتِ عامہ کے آجانے کے وقت آپ کے سوا میرا کوئی ایسا نہیں جس کی میں پناہ لوں۔

پروفیسر صاحب!

آپ کے میزان کے مطابق کیا یہ شعر مشرکانہ نہیں؟

کیا آپ یہاں نہیں کہیں گے کہ:

قطعا یقینا یہ شعر مشرکانہ ہے۔ کائنات کو پناہ رسول اللہ ﷺ نہیں عطا کرتے۔ بلکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو بھی پناہ نبی کریم علیہ السلام کا پروردگار اللہ رب العالمین وہ عطا کرتا تھا۔

پروفیسر صاحب!

اگر آپ اس شعر کو مشرکانہ قرار دیتے ہیں تو ضرور قرار دیں۔ کیونکہ اس کے سوا دوسری پارٹی آپ سے راضی نہیں ہو گی۔ لیکن کم از کم اتنا تو اقرار کریں کہ:

اب تک آپ مشرک رہے اور صرف مشرک نہیں، بلکہ شرک کا دفاع کرنے کے لیے لوگوں سے مال بھی جمع کرتے رہے۔۔۔!!!

اور اگر آپ کی نظر میں قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر مشرکانہ نہیں تو کیوں؟
کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کو اصل پریشانی سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا کے نام سے ہو؟
سیدہ پاک سلام اللہ تعالی علیہا کا نامِ نامی سنتے ہی آپ کی ناصبیت انگڑائی لے کر جاگ گئی ہو اور آپ اس شعر کو صرف غلط کہنے پر نہیں رکے، آپ سیدھے سیدھے شرک تک پہنچ گئے۔۔۔!!!
اور اگر آپ کو ملکۂ کونین سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ تعالی علیہا کے نامِ نامی سے کوئی چڑ نہیں تو پھر مذکورہ بالا دونوں شعروں میں وجہِ فرق بتائیں۔
کہیں ایسا تو نہیں کہ اب آپ بھی دیابنہ ووہابیہ کی مانند بعض مخلوقات کے ساتھ شرک کو جائز اور بعض کے ساتھ ناجائز سمجھنے لگ گئے ہیں؟

فاضلِ بریلی کے کلام سے چند "مشرکانہ" اشعار:

پروفیسر سعید اسعد صاحب کے سابقہ امام وپیشوا فاضلِ بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَا وَ رَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

پروفیسر صاحب!
کیا یہ آپ کے اصول کے مطابق شرکِ اکبر نہیں؟
جس کو۔۔۔ عموم۔
جو ملا۔۔۔ عموم۔

ان سے ملا۔۔۔ تخصیص۔

پروفیسر صاحب!

کیا یہاں آپ نہیں کہیں گے:

قطعا یقینا یہ شعر مشرکانہ ہے۔کائنات کو رسول اللہ ﷺ نہیں عطا کرتے۔بلکہ حضور سیدِعالم ﷺ کو بھی نبی کریم علیہ السلام کا پروردگار اللہ رب العالمین وہ عطا کرتا تھا۔

مزیدسنیے:

اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے

میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

پروفیسر صاحب!

کیا یہ ظلم نہیں؟ آپ کے سابقہ پیشوا جنہیں آپ امام اہلِسنت، اعلیحضرت، مجدد دین وملت کہتے رہے، انہوں نے توذاتِ خداوندی کی سرے سے نفی ہی کر دی اور سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا کو قرار دیتے ہوئے کہہ دیا:

"میرا ہے کون تیرے سوا"

کیوں؟ کیا ذاتِ باری تعالی نہیں؟ اگر رسول اللہ ﷺ کی عنایت وکرم نہ ہو توذاتِ خداوندی توہے۔ پھر اعلیحضرت۔بقولِ شما۔ کیسی مشرکانہ بات کر گئے۔۔۔؟؟؟

پروفیسر صاحب!

یہ آپ کے پرانے مذہب کی تعلیمات ہیں۔ جس پہ آپ کسی دور میں ہوا کرتے تھے اور آپ کے والدِ گرامی رحمہ اللہ اور اساتذہ ومشائخ اسی مشرکانہ مذہب پہ اس دنیا سے گئے ہیں۔

مزید برآں:

اپنے سابقہ پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی مزید سنیے:

نَدارَم جز تو مَلجائے نَدانَم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانَم اَغِثْنِی یَارَسُوْلَ اللہ

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے علاوہ نہ کوئی ملجا نہ کوئی ماوی۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

آپ کے زاویہ نظر سے، کیا اس شعر میں صاف صاف ذاتِ خداوندی کی نفی نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو صرف ملجا وماوی نہیں کہا جارہا بلکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کے علاوہ کسی اور کے ملجا وماوی ہونے کی نفی کی جارہی ہے۔

آپ کی بولی میں یہ شعر مشرکانہ ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو کیوں؟

کہیں وجہ وہی تو نہیں جو ہم نے سطورِ بالا میں بتائی کہ:

اصل مسئلہ سیدۃ نساء العالمین کے نام کا ہے۔ چونکہ ان اشعار میں سیدۃ نساء العالمین کا نامِ نامی نہیں لہذا آپ ساری زندگی ان کو الاپتے رہے۔ اور جس شعر پر آپ کی طبیعت بگڑی اس میں سیدہ پاک علیہا السلام کا نامِ نامی آنے کی وجہ سے۔۔۔؟؟؟

مزید:

آپ کے سابقہ امام حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی مزید کہتے ہیں:

اگر رانی و گر خوانی غُلامَم اَنْتَ سُلْطَانِی
دِگر چیزے نَمِیدانَم اَغِثْنِی یَارَسُوْلَ اللہ

"**دِگر چیزے نَمِیدانَم**" پروفیسر صاحب کی فکر کے مطابق بدترین مشرکانہ جملہ ہونا چاہیے۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب کا یہاں کہنا بنتا ہے کہ:

کیا حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب ذاتِ خداوندی کو بھی بھول چکے تھے؟ کیا وہ ذاتِ خداوندی کو بھی نہیں جانتے تھے؟ اگر جانتے تھے تو پھر یہ کیسی شرکیہ بات کر دی کہ "**دِگر چیزے نَمِیدانَم**"؟؟؟

مزید:

آگے چل کر کہتے ہیں:

اگر می رانِیم از در بمن بِنُمادَرے دیگر
کُجا نالَم کِرا خوانم اَغِثْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

پروفیسر صاحب!

کیا درِ مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کوئی در نہیں؟ کیا ذاتِ خداوندی کے دروازے ختم ہو گئے ہیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر فاضلِ بریلی کیسا جملہ بول گئے:

"**بمن بِنُمادَرے دیگر**"

مجھے کوئی دوسرا دروازہ دکھا دیجیے۔۔۔!!!

"**کُجا نالَم کِرا خوانم**"

کہاں روؤں، کسے پکاروں؟

پروفیسر صاحب!

جا کر فاضلِ بریلی کی قبر پہ مراقبہ کیجیے اور انہیں سمجھائیے کہ:

اللہ جل وعلا کے دروازے پہ جا کر روئیں اور اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے سے ہٹا بھی دیا تو کیا ہوا؟ رب تو ہے نا، وہاں جائیں۔۔۔!!!

ایک اور شعر:

پروفیسر صاحب!

ایک اور شعر سن لیجیے۔ آپ کے سابقہ امام مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر

جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

پروفیسر صاحب!

اس شعر میں تو درِ خدا کی سرے سے نفی ہی کر دی گئی ہے۔ در بس ایک ہی ہے اور وہ ہے "درِ مصطفی"

پروفیسر صاحب کا ریہ شعر مشرکانہ نہیں؟ کیا یہاں آپ کو اپنا رٹا رٹایا سبق یاد نہیں آتا؟

یا جہاں سیدۃ نساء العالمین کا نام آجائے صرف وہی شرک بنتا ہے؟

اعلیحضرت کے مزید "مشرکانہ اشعار":

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا

آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا، تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

کس کا منہ تکیے کہاں جایئے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیّہ تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

مزید:

مذکورہ بالا اشعار تو رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی شان میں تھے۔ کلامِ فاضلِ بریلی میں مشرکانہ اشعار -بقول پروفیسر سعید اسعد -سیدنا غوثِ اعظم کے بارے میں بھی موجود ہیں۔ فرمایا:

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

بحر و بر شہر و قری سہل و حزن دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

مزید برآں:

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

اور پروانے ہیں جو ہوتے ہیں کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

شجرِ سرو سہی کس کے اگائے تیرے
معرفت پھول سہی کس کا کھلایا تیرا

گردنیں جھک گئیں سر بچھ گئے دل لوٹ گئے
کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا

اگر ہم اعلیحضرت کے اس قسم کے تمام اشعار یعنی بقول پروفیسر صاحب "مشرکانہ اشعار" کو یکجا کریں گے تو پھر یہ عجالہ حدِ اختصار سے بہت دور نکل جائے گا۔ اس لیے بطورِ نمونہ جو ذکر کیا وہ کافی ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند کے مشرکانہ اشعار:

اور فقط اعلیحضرت ہی نہیں، ان کا پورا خانوادہ اسی قسم کے۔مشرکانہ –اشعار کا دلدادہ تھا۔ آپ کے بیٹے مفتیٔ اعظم ہند کا شعر ہے:

کھاتے ہیں تیرے در کا پیتے ہیں تیرے در کا
پانی ہے تیرا پانی دانہ ہے تیرا دانہ۔۔۔!!

اس شعر پر تو پروفیسر صاحب کی گفتگو ہو بہو صادق آتی ہے۔ اس کے بارے میں تو پروفیسر صاحب کو ضرور کہنا چاہیے:

قطعا یقینا یہ شعر مشرکانہ ہے۔کائنات کو دانہ پانی رسول اللہ ﷺ نہیں عطا کرتے۔ بلکہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو بھی دانہ پانی نبی کریم علیہ السلام کا پروردگار اللہ رب العالمین وہ عطا کرتا تھا۔خدا کے لیے اس طرح کے شعر مت پڑھا کرو۔ قرآن تھوڑا ہے؟حدیثیں تھوڑی ہیں صحیح حدیثیں ، وہ بیان کیا کرو؟تو یہ بالکل غلط شعر ہے۔

مزید:

یہی مفتیِ اعظم ہند دربارِ غوثیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ترے رب نے مالک کیا تیرے جد کو
ترے گھر سے دنیا پلی غوث اعظم

وہ ہے کون ایسا نہیں جس نے پایا
ترے در پہ دنیا ڈھلی غوث اعظم

مری روزی مجھ کو عطا کر دے آقا
ترے در سے دنیا نے لی غوث اعظم

نہ مانگوں میں تم سے تو پھر کس سے مانگوں
کہیں اور بھی ہے چلی غوث اعظم

صدا گر یہاں میں نہ دوں تو کہاں دوں
کوئی اور بھی ہے گلی غوث اعظم

پروفیسر صاحب!

یہ اشعار آپ کو "مشرکانہ" نظر آتے ہیں یا نہیں؟

اگر ہاں تو آپ جانتے ہیں کہ یہ وہی شرک ہے جس کی ساری زندگی آپ نے تبلیغ کی اور جس کی تبلیغ کر کے لوگوں سے مال بنایا ہے۔

اور اگر یہ شرک نہیں تو پھر سیدنا غوثِ اعظم جو سیدۃ نساء اہل الجنۃ کے ایک بیٹے ہیں، ان کے لیے یہ سب کہنا، لکھنا، ماننا، جائز ہو-اور بلاشبہ جائز ہے--تو پھر سیدۃ نساء العالمین کے حق میں شرک کیوں؟؟؟

ہم جانتے ہیں کہ سیدنا غوثِ اعظم کو مان لینے سے نواصب کے پیٹ میں مروڑ نہیں اٹھتے۔

نواصب کے پیٹ میں مروڑ پڑتے ہیں:

مولائے کائنات کو ماننے سے۔۔۔

جگر گوشۂ رسول ملکۂ کائنات کو ماننے سے۔۔۔

نواسۂ رسول سید شباب اہل الجنۃ امام حسن کو ماننے سے۔۔۔

بالخصوص شہیدِ کرب وبلا سید شباب اہل الجنۃ امام حسین کو ماننے سے۔۔۔!!!

لہذا آپ کی زبانِ "ناحق" ترجمان بھی وہیں کھلے گی جہاں زبان کھلنے سے دوسرے گھر میں آپ کو پذیرائی مل سکے۔

جن لوگوں کو ساری زندگی کافر کہا۔۔۔ آج انہیں سے بغل گیر نظر آتے ہیں۔

جن کو گستاخِ رسول ﷺ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔۔۔ آج دوستی کی پینگیں بھی انہی کے ساتھ بڑھائی جا چکی ہیں۔

جن سے سلام، کلام، اٹھنا، بیٹھنا کسی دور میں حرام ہوتا تھا، آج ان کے علاوہ نہ کسی کو سلام، نہ کلام، نہ کسی سے اٹھنا نہ بیٹھنا۔

جن کا صرف ذبیحہ نہیں، بلکہ بازار سے خریدا ہوا گوشت، کسی دور میں صرف خرید کر لے آنے سے مردار ہوا کرتا تھا۔۔۔ آج کل انہی کے دستر خوانوں پہ اسی مردار کو بڑے شوق سے تناول فرمایا جا رہا ہے۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

لوگ اب اتنے بھی بدھو نہیں جتنا آپ ان کو بنانے کی کوشش کر رہے ہیں:

حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے ارے میں خُوب سمجھتا ہوں مُعَمَّا تیرا

خلاصہ گفتگو:

قارئینِ کرام!

ہم نے بنہایتِ اختصار پروفیسر سعید اسعد صاحب کی ناصبیت نوازی کی صرف تین مثالیں پیش کی ہیں۔

اور اس گفتگو سے ہمارا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اپنے سنی بھائیوں کو "بدلتے رنگوں" کی خبر دی جائے۔ کیونکہ یہ بھولے ایسے ہیں کہ ہر بہروپیا انہیں لوٹنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اور دوسرے ہم پروفیسر صاحب کو مشورہ بھی دینا چاہتے تھے کہ:

گھر یا گھاٹ میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیجیے۔۔۔!!!

یوں:

مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ

کا مظاہرہ نہ کیجیے۔ کیونکہ اس میں ہمارے سادہ سنی بھائی بہت زیادہ پریشانی کا شکار ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

وصلى الله تعالى على سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

انا العبد الفقير الى مولاى الغنى

ابو اریب محمد چمن زمان نجم القادری

رئیس جامعۃ العین ۔ سکھر

20 جمادی الاولی 1444ھ

15 دسمبر 2022ء